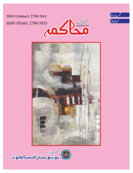

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نسل نو کے لیے اقبال بطور رہبر و رہنما

Iqbal's guidance and exception for youth

ڈاکٹر سبینہ اویس اعوان

Dr. Sabina Awais Awan

Assistant Professor, Govt. College Women University, Sialkot.

ABSTRACT

Iqbal was not only a great poet but also a credible thinker as well. He had great association and expectations with his young generation. He was a great leader who worked day and night for national cause. His poetry was based absolutely on a message which revolved around the Muslim nation. He was highly worried about about the future and outcomes of Muslim nation. He wrote a big collection of poetry and tried to uplift the conscientious of Muslim world. His poetry included, "Javed Nama" , "Abdul Qadir key nam", "Saday-i-Ghalib", "Shaheen", "Zouk-o-shouk", "Pyam-i-mashriq", "Masjid-i-kurtaba", "Saqi Nama", NAAT "Dua", "Narid-i-Subah," and "Tipu sultan ki wasiat". Iqbal hardly believe on practical approach than mere words. Iqbal tried to boost the energy of young Muslim nation by describing the enlightened picture of their forefathers. Iqbal thought that today's young man must focus on research instead following. He was of the view that revolution always emerge from the inside of the energetic Muslim which can pave way of truth and reality. Greatness is always won not bestowed upon you. He knew the difficulties of truthful course but he believed on struggle. Great nation always energy from research and struggle, it was Iqbal's belief. This article describes the role of Iqbal as a beacon of light for young generation.

علامہ اقبال ایک بڑے شاعر، مفکر، دانش ور اور مبلغ بھی تھے۔ در حقیقت اہلِ مشرق کے جذبات و احساسات کی عکاسی اقبال نے بہت دلآویز الفاظ میں کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اقبال کے افکار نہ صرف پوری قوم کے لیے مشعلِ راہ ہیں بلکہ خاص طور پر نوجوانوں کے جذبات و احساسات کی بھرپور عکاسی بھی کرتے ہیں۔

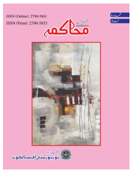

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اقبال نے جس دور میں آنکھ کھولی وہ ایک عالم گیر سیاسی و عمرانی انقلاب کا دور تھا۔ انیسویں صدی عیسوی ختم ہو رہی تھی، لیکن اس کے اثرات ابھی باقی تھے۔ بیسویں صدی کی ابتدا تھی اور عالمِ انسانی پر جنگ کے مہیب بادل چھا رہے تھے۔ جنگِ عظیم اوّل کے آتشیں لاوے نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ جنگِ عظیم کے بادل ختم ہوئے تو ایک طرف تخریب کے ہولناک مناظر تھے اور دوسری طرف ایک عصرِ نو کی تعمیر کے سامان ہو رہے تھے۔ عالمِ انسانی کے اضطراب میں کوئی کمی نہیں آئی تھی کہ عرصہ روزگار پر ایک دوسری عالم گیر جنگ کے سیاہ بادل منڈلانے لگے۔ دوسری عالم گیر جنگ کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں کہ جب شاعرِ مشرق نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم "علامہ اقبال اور تعلیم و تربیت" میں رقم طراز ہیں کہ:

> "جب بھی کوئی نوجوان اقبال سے سوال پوچھتا تھا تو ان کے چہرے پر شگفتگی آ جاتی تھی اور ان کا لہجہ بدل جاتا تھا اور وہ بڑے جوش و خروش اور ولولے کے ساتھ اس سے باتیں کرنے لگ جاتے اور ہر وہ نوجوان جو کہ ان کی گفتگو سن کر جاتا وہ ایک تڑپ لے کر جاتا اور اس کو یہ خیال ہوتا کہ مَیں پھر یہاں آؤں گا۔ گویا اقبال کو اپنے نوجوانوں سے بڑی محبت تھی"۔[i]

مسلمان نوجوانوں کے پاس ایک کامل دین ہے جس کی تقلید سے وہ کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں۔ اقبال دراصل دین مصطفوی کا فیض مدینے سے لے کر نوجوانوں کو یورپ سے بہتر روشنی دینا چاہتے ہیں۔ نیا زمانہ اور نئے صبح و شام پیدا کرنے کے لیے اقبال محنت کو شعار بنانے کی تاکید کرتے ہیں۔ جس کا عملی نمونہ اقبال نے خود قوم و ملت کے نوجوانوں کے سامنے پیش کیا پھر اپنے اشعار میں قرآنِ کریم کا حوالہ بھی دیا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ اللہ پاک کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک اسے خود اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو اس لیے اقبال نوجوان کو تعلیم کے ساتھ ساتھ محنت اور لگن کے ساتھ جدوجہد کا بھی مشورہ دیتے ہیں جو ان کی تقدیر بدلنے میں معاون ثابت ہو گی۔ اقبال "ضربِ کلیم" میں فرماتے ہیں:

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد[ii]

اقبال نوجوانوں کو کائنات کی تسخیر کے لیے دعوتِ عمل دیتے ہیں۔ اقبال اسلاف کی میراث اور بزرگوں کے اسوۂ حسنہ اور طور طریقوں کا ذکر کر کے انھیں جھنجوڑتے بھی ہیں اور ان کے لیے درست راہوں کا تعین بھی کرتے ہیں۔

اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں

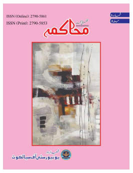

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

سفلِ ہند سے مینا و جام پیدا کر[iii]

اقبال نے اپنے کلام میں ثابت قدمی، حوصلہ مندی، بلند پروازی، عزم و استقلال، غیرت مندی، ریاضت، محبت، خودی، مردِ مومن پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اقبال جانتے ہیں کہ ناساز گار حالات کو ساز گار بنانے کی صلاحیت نوجوان طبقہ میں زیادہ ہوتی ہے اور نوجوان کسی بھی قوم کے جوہر اور بیش بہا سرمایہ ہوتے ہیں اگر نئی نسل اور نوجوانوں میں دلیری، استقلال، ثابت قدمی، اولوالعزمی اور عزم مصمم ہو تو وہ کسی بھی پہاڑ یا چٹان سے ٹکرانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اقبال نے اپنی آرزوؤں کا محور بھی نئی نسل کو بنایا۔ اقبال کے نزدیک ملک و ملت کے لیے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں[iv]

اقبال کو یقین تھا کہ نوجوان مسلمانوں کا مستقبل شاندار ہے اور دنیا کی امیدوں کا دار و مدار انہی پر ہے۔ وہ قوم کو توحید، اخوت، عمل اور عشق کا درس دیتے ہیں۔ تاکید کرتے ہیں کہ ان کی قوم اپنے آپ کو پہچانے، خود اعتمادی سیکھے اور خودی کے مفہوم کو سمجھے اور ایسے اصولوں پر کاربند ہوں جو اسے ترقی کی معراج تک پہنچا دے۔ معراج نیئر لکھتے ہیں:

"اقبال جوانوں کی صفات میں کردار کی بلندی، خیالات کی پاکبازی، احساسات کی حرمت، بے نیازی اور غیرت کے حسین امتزاج کے قائل تھے"۔[v]

نئی قومی قیادت کا انحصار نوجوانوں کی درست تربیت پر ہے اگر کسی قوم کے نوجوان اعلیٰ کردار کے مالک، روشن دل و دماغ کے حامل اور احساسِ ذمہ داری کے مالک ہوں اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو صیقل کریں تو قیادت و امامت کے قابل بن سکتے ہیں۔ ایسی قوم کبھی انحطاط کا شکار نہیں ہو گی اقبال ایک ایسے ہی جہانِ تازہ کے خواہشمند ہیں اس لیے وہ نوجوانوں کی ہمت بڑھاتے ہوئے انھیں نئے جہانوں کی تلاش کا مشورہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں[vi]

اقبال اپنے نوجوان شاہین میں مستیِ گفتاری کے بجائے مستیِ کردار کا علمبردار دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی شاعری میں

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

جہاں کہیں شاہین کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں ان کا اشارہ نژادِ نو کی جانب ہے وہ مسلمان زادوں میں شاہین کے اوصاف دیکھنا چاہتے ہیں۔ اقبال زوال آمادہ، آرام طلب اور جنگ گریز اں مسلمانوں کو جھنجوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ حسب و نسب اور خیالات و افکار کے اعتبار سے شاہینی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور شہِ لولاک کا شاہین ہے۔ اقبال نوجوان نسل میں شاہین کی جو خوبیاں دیکھنے کے خواہاں ہیں ان میں اوّلین صفت تیز نگاہی ہے دوسری بلند پروازی، تیسری خودداری، چوتھی آشیاں گریزی (یعنی آشیانہ نہ بنانا، فطرت کے قریب رہ کر زندگی گزار دیتا ہے) علومِ جدیدہ سے بہرہ یاب ہوں وہ شاہینوں کو دعائیہ صورت میں یہ تحفہ دیتے ہیں:

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہین بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے [vii]

کلامِ اقبال میں شاہین کا لفظ نوجوانوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اقبال نژادِ نو میں شاہین کی صفات دیکھنا چاہتے ہیں۔

"شاہین پرندوں میں خاص مقام رکھتا ہے، وہ اپنا گھونسلا نہیں بناتا۔ بڑے بڑے اور اونچے درختوں کی چوٹیوں پر بسیرا نہیں کرتا۔ وہ پہاڑوں کی چٹانوں پر رہتا ہے۔ اتنا اونچا اڑتا ہے کہ نظروں سے دور ہو جاتا ہے۔ زیادہ وقت اڑنے میں صرف کرتا ہے۔ وہ تھکتا بھی نہیں۔ اپنے بچوں کو چیل اور کوے جیسے لالچی پرندوں کے ساتھ کھیلنے نہیں دیتا تاکہ وہ ان کی عادتوں کو اپنا نہ لیں"۔ [viii]

اقبال چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان نوجوان خودداری، خوداعتمادی، بے نیازی، بلند پروازی، دور اندیشی، جہدِ مسلسل، عملِ پیہم کی دولت سے مالا مال ہو جائے۔ اقبال کو یقین ہے کہ ان کی قوم کے نوجوان ایک بار بیدار ہو جائیں تو دنیا کی کوئی قوم ان پر حکمرانی نہیں کر سکتی۔ اقبال کے فلسفۂ حیات کا مرکزی نقطہ 'خودی' ہے جس کا مطلب شخصی انفرادیت کا احساس، شعورِ ذات اور عرفانِ نفس ہے۔ خودی استحکام کے ذریعے نیابتِ الٰہی کے درجے تک پہنچتی ہے۔ خودی کے تین مراحل اطاعتِ خداوندی، ضبطِ نفس اور نیابتِ الٰہی ہیں۔ چنانچہ جو شخص ان مراحل کو طے کرے گا وہ انسانِ کامل ہو گا۔ لہٰذا کوئی انسانِ کامل ہی یہ قدرت رکھتا ہے کہ وہ انسانی ضمیر میں انقلاب پیدا کرے۔ اس مقام پر فائز ہونے سے پہلے خودی کی تربیت ناگزیر ہے

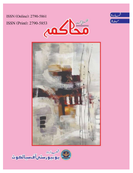

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اور خودی کی تربیت کا ایک ذریعہ عشق ہے۔ چنانچہ "بالِ جبریل" میں فرماتے ہیں:

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر
مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر [ix]

ڈاکٹر صدیق جاوید لکھتے ہیں:

"حضرت علامہ نے جاوید کو خودی، عشق اور فقر کا مسلک اختیار کرنے کی جو تلقین فرمائی ہے۔ وہ دراصل ملتِ اسلامیہ کے تمام نوجوانوں کے نام پیغام ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی، عشق اور فقر ہی نوجوانوں کی صلاحیتوں کو صیقل کر کے انھیں قیادت اور امامت کے قابل بنائیں گے"۔[x]

اقبال کے نزدیک ملک و قوم کے نوجوانوں کی بھلائی اس امر میں پنہاں ہے کہ انھیں جہاں سے اچھی بات ملے اسے اپنا لیں اور جہاں کوئی غلط بات پر اکسائے اسے ترک کر دینا چاہیے۔ وہ اگرچہ مغرب کی اندھی تقلید کے مخالف ہیں لیکن مغرب کی اچھائیوں کے معترف ہیں انھیں اپنانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ مشرق و مغرب کے علوم کے امتزاج نے اقبال کو اپنے لیے ایک نئی اور مستقل راہ اختیار کرنے میں مدد دی لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنی فکر کی بنیاد عقائد اسلام پر رکھی۔ قیامِ لندن کے دوران اقبال کو مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یورپ کی زر پسندی نے انھیں متنفر کیا۔ یورپ میں رہ کر مشاہدہ تہذیب اور تقابلی مطالعہ کے نتیجے میں اقبال میں جو سب سے بڑا انقلاب آیا وہ ان کا مغربی تصورات سے متنفر ہو کر ذہنی و قلبی طور پر اسلامی تعلیمات کی جانب رجوع کرنا تھا۔

"اقبال کو یہ ملال تھا کہ جو علم و حکمت ان کے آباؤ اجداد سے منسوب ہے وہ اب یورپ کی ملکیت ہے۔ اقبال یہ چاہتے تھے کہ مسلمان کم از کم مغربی علم و دانش سے آگاہ ہوں۔ اس طرح ان کی مراجعت ان کی اپنی تہذیب کی طرف ہو گی۔

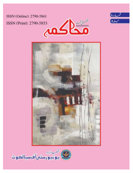

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کیونکہ مغربی علم و حکمت اور علوم و فنون کا سلسلہ مسلمانوں سے جاملتا ہے۔[xi]

اقبال کہتے ہیں کہ مسلمان نوجوان علم اور عمل اور جدوجہد کے ذریعے معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرے اور عزت و احترام کا مرتبہ حاصل کرے اس کے لیے لازم ہے کہ قدیم روایات کو ترک کر کے خود کو نئی اور مثبت جہتوں سے ہم آہنگ کرے۔ تاکہ ترقی کر کے دوسری اقوام کے صرف دوش بدوش ہی نہ چلے بلکہ ان سے سبقت لے جائے اور اس طرح ان کا روشن ماضی عود کر آئے گا۔ اقبال جہاں روشن مستقبل کی نشاندہی کرتے ہیں وہیں وہ اس کی مطابقت سے نژادِ نو کو پیش آنے والے خدشات کا بھی اظہار کرتے ہیں تاکہ مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمان نوجوانوں کے اوصاف اور خصائص کی تربیت کی جائے تاکہ وہ ان ذمہ داریوں کے اہل ہو سکیں۔ اقبال نے مثالی نوجوان کا تعارف اس طرح پیش کیا۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری
عجب نہیں اگر اس کا سوز ہے ہمہ سوز
کہ نیستاں کے لیے بس ہے ایک چنگاری[xii]

اقبال نوجوانوں کے لیے ایسی تعلیم کے خواہشمند ہیں جو عقل و عشق دونوں کو خودی سے محکم کر دے۔ کیونکہ عقل عشق کی وجہ سے حقیقت آشنا ہوتی ہے اور عشق عقل کی وجہ سے مضبوطی حاصل کرتا ہے جب عقل اور عشق جمع ہوں گے تب ایک جہانِ نو کی تعمیر ہو گی۔ اقبال یہی پیغام اپنے شاہینوں کو دیتے ہیں کہ اٹھ اور نیا جہاں پیدا کر اور کبھی خدا سے التجا کرتے ہیں۔

جوانوں کو پیروں کا استاد کر

اقبال کا پیغامِ حیات نئی نسل سے ان کے تعلق کو استوار کرتا ہے۔ اقبال ایک انقلابی مفکر تھے۔ ان کے نزدیک انقلاب کی کشمکش سے بھرپور زندگی میں ہی قوموں کی بقا ہے جب کہ انقلاب سے محروم زندگی موت کا پیغام ہوتی ہے۔ کہتے ہیں:

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات، کشمکشِ انقلاب[xiii]

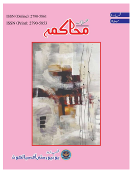

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

زندگی کا یہ انقلاب ندرتِ فکر و عمل کا نتیجہ ہے ایسی ندرت فکر و عمل جو اپنی دنیا آپ تخلیق کرتی ہے۔ نہ صرف اپنی دنیا خود تخلیق کرتی ہے بلکہ اسے اپنے طور پر سنوارتی اور پروان چڑھاتی ہے۔ قوموں کا شباب اور سوزِ آرزو اسی ندرتِ فکر و عمل سے عبارت ہے۔ اقبال نوجوانوں کو ایک نئی دنیا کی تعمیر کی دعوت دیتے ہیں اس دنیا کی تعمیر وہی کر سکتا ہے جس نے بقول اقبال دنیا میں خانہ کعبہ بنایا اور حضرت محمدؐ اس کے وارث ہوئے اور دنیا کی قیادت کا عَلَم سنبھالا۔ اقبال مسلمانوں کو اس امانت کا بوجھ اٹھانے کی دعوت دیتے ہوئے انھیں تیار کرتے ہیں یا کبھی اسلاف کے کارناموں کے حوالے سے کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے پر ابھارتے ہیں کبھی مغرب کی تباہی کا حوالہ دے کر اور کبھی یورپ کے عالمی بگاڑ کا ذکر کرکے۔ اقبال کے نزدیک اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان بالخصوص نوجوان طبقہ عالمی قیادت کے لیے میدان میں آئے، دنیا میں مثبت تبدیلی لائے اور قواعدِ ابراہیمی اور سنتِ محمدیؐ پر عمل پیرا ہو کر تعمیر نو کرے۔ اقبال ہر صاحب دل نوجوان کو ملت کے مقدر کا ستارہ قرار دیتے ہوئے اسی کیف میں پکار اٹھتے ہیں:

اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں [xiv]

کلام اقبال میں امروز کے آئینے میں فردا کی یہ معمولی سی جھلک دیکھنے اور دِکھانے کے ساتھ ساتھ شاعر اپنے لیے بھی اسی زمانے میں ایک لائحہ عمل تجویز کرلیتا ہے۔ اقبال "بانگِ درا" میں فرماتے ہیں:

مَیں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ مری ، نفَس مرا شعلہ بار ہو گا [xv]

پھر اس لائحۂ عمل کی روشنی میں اور اس شعور واحساس کی بنیاد پر جو اس مختصر سے وقفے میں پیدا ہوا۔ اقبال نے اپنے افکار و اشعار کی عمارت تعمیر کرنے کا کام لیا۔ وہ عصری حادثات و انقلابات سے بھی متاثر ہوتے رہے۔ لیکن ان کی نظر زیادہ تر مستقبل کے امکانات پر رہی اور عصرِ نو کا استقبال ان کی فکر و نظر کا مرجع بن گیا۔

اقبال نے یاس و ناامیدی کے عالم میں شکوہ بھی کیا جو ایک شاعر فردا کے لیے کچھ موزوں نہیں سمجھی جاتی لیکن وہ بہت جلد سنبھل گئے۔ انھیں غم والم کے مستقبل کی تعمیر کے لیے شعلہ جوالہ بن سکتی تھیں۔

اقبال نے سخت کوشی کو ایک فلسفہ بنا دیا۔ اقبال کا دور وہ دور تھا جب مسلمان نوجوان عیش و نشاط، لہو و لعب اور تن

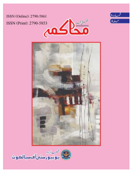

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

آسانی کا شکار ہو چکے تھے جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ انسانی و اخلاقی صفات سے محروم اور علم سے دُور ہو چکے تھے۔ یہ وہی صورتِ حال ہے جس کا شکار آج کی نوجوان نسل بھی ہے۔ اس اعتبار سے اقبال کی شاعری کی اہمیت آج بھی اتنی ہی ہے جس قدر ان کے اپنے عہد میں تھی۔ اسی طرح نسلی یا ملی تفاخر بھی آج کی طرح حالی کے عہد میں نوجوان نسل کو کھائے جا رہا تھا۔ اقبال فرماتے ہیں:

تھے تو آبا وہ تمھارے ہی ، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو [xvi]

اقبال نے قوم کے اس مرض کی تشخیص بہت پہلے کر لی تھی۔ وہ جان گئے تھے تن آسانی نوجوانوں کو جہد آزما ہونے سے روکتی ہے اور وہ اس کی کمی اس فخر سے پوری کر لیتے ہیں کہ ان کا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جس نے دنیا بھر پر حکمرانی کی ہے۔ اقبال مسلم نوجوان کو اس کوتاہی سے نکال کر جدوجہد، اخلاقِ حسنہ اور علم کے ذریعے بلند قامتی میں بدلنا چاہتے تھے۔ اقبال کے نزدیک قوم پر دورِ زوال آیا ہوا ہے۔ تو اس کی وجہ قوم کی تن آسانی، سماجی اخلاقیات سے دُوری، مذہب کی غلط تاویلوں فضل و ہنر کی کمی ہے، اس لیے وہ اپنے کلام میں قوم کے نوجوانوں کو علم و عمل کی طرف بلاتے ہیں۔

دورِ حاضر کا مہذب نوجوان ہلاکت و بربادی کے کنارے پر کھڑا ہے لیکن ابھی تک وہ اپنی نو بہ نو ترقیات و ایجادات کی بھول بھلیوں میں بھٹکا ہوا، قلب و نظر کی دنیا سے کوسوں دُور ہے۔ اقبال "ضربِ کلیم" میں فرماتے ہیں:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا [xvii]

اقبال نوجوانوں پر یہ حقیقت منکشف کرنا چاہتے ہیں کہ سائنس کی ایجاد و ترقی عالمِ انسانی کی فلاح و بہبود کے کام اُسی صورت میں اور اُسی وقت آئے گی جب مادیت کو روحانیت سے ہم آہنگ کر کے آفاق میں ایک خوشگوار توازن قائم کیا جائے گا۔

اقبال نے مسلمانوں کے عروج و زوال کی پوری تاریخ رقم کر دی ہے اور صرف تاریخ ہی رقم نہیں کی بلکہ مسلمانوں کے زوال کے اسباب کا سُراغ بھی لگایا۔ ان اسباب میں ایک سبب نوجوانوں کی بے راہ روی ہے۔ اقبال کی خواہش ہے کہ

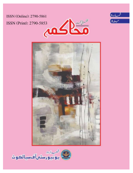

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

نوجوان جوانی کو محض ترنگ سے بھرپور اور خوش دلی سے معمور ہی نہیں سمجھتے بلکہ نژادِ کہنہ کا وارث اور ہر لمحہ دبے پاؤں داخل ہونے والے مستقبل کا امین سمجھتے ہیں۔ جہاں اقبال مستقبل کے آئندہ نقوش کی نشاندہی کرتے ہیں وہیں وہ اس کی مطاقبت سے نژادِ نو میں پوشیدہ یا ظاہری خصائل کی تربیت بھی کرتے ہیں تاکہ وہ اس ذمہ داری کے اہل ہو سکیں۔ کہتے ہیں:

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ، ضرب ہے کاری [xviii]

جب دل و دماغ میں مایوسی کچوکے بھرتی ہے تو اقبال پریشان ہوتے ہیں کہ کیا آج کا نوجوان سست روی، تساہل پسندی، بداندیشی یا کم کوشی کو خیرباد کہہ کر کبھی شاہین کی طرح جاں کاہی، رفعت پسندی اور جگر سوزی کو اپنائے گا یا نہیں، تو علامہ اقبال کا درج ذیل شعر ذہن کے نہاں خانوں سے اُبھرتا ہے:

عروج آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں ، یہ ستارے ، یہ نیلگوں افلاک [xix]

اقبال نوجوانوں میں اس طرح کی صفات کے عروج کے متمنی ہیں اور اس انداز اور ایسے لفظوں میں دعاگو ہیں کہ ان سے فغانِ نیم شبی کی صدا آتی ہے۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰؓ سوزِ صدیقؓ دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے
مرا عشق ، میری نظر بخش دے [xx]

اقبال کے نظریۂ حیات میں مستقبل کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ عمرانی نقطۂ نظر سے اس کا وجود ماضی و حال سے زیادہ بدیہی ہے اور کوئی ایسا شخص جو مفکر، مؤرّخ اور شاعر بھی ہو اور اپنے سامنے کچھ مقصدِ حیات بھی رکھتا ہو، اس بدیہی حقیقت سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ اقبال کی خواہش ہے کہ ہمارا نوجوان بیک وقت ماضی کے حُسن و قبح، حال کے نشیب و فراز اور مستقبل کے نور و ظلمت پر مکمل طور پر حاوی ہو۔ ایک ہاتھ میں صالح روایات کا سورج ہو تو دوسرے ہاتھ میں

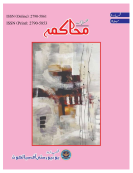

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اُبھرتے ہوئے جذبوں اور ولولوں کا چاند ہو۔ اقبال کا واضح مقصد پاکستانی معاشرے کی ان خطوط پر تشکیل ہے جن کی نشاندہی اقبال نے کی ہے۔ کلامِ اقبال کے مطالعہ سے فکر و نظر کے نئے دریچے وا ہوتے ہیں۔ نوجوان نسل کے ذہنوں میں فکری جمود کے بجائے تحقیق و جستجو اور عمل و حرکت کا ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اقبال نے ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی ایک بالغ نظر مفکرِ اسلام کی حیثیت سے کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افکارِ اقبال عصرِ حاضر میں بھی ملتِ اسلامیہ کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ آج اقبال کی روح نوجوان نسل کو یہ پیام دے رہی ہے کہ اے نوجوان! اگر تو صاحبِ نظر ہے تو آنکھیں کھول اور دیکھ کہ زندگی ایک جہانِ دگر تعمیر کرنے میں مصروف ہے جب کہ تم (مسلمان) آپس میں ہی جنگ آزما ہو۔ کلامِ اقبال میں رجائیت کا پہلو اس لیے بھی اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ اقبال کی نگاہِ دُوررس نے ملتِ اسلامیہ کی کیفیت کو ماضی، حال اور مستقبل کے آئینے میں دیکھا ہے۔ مختصر یہ کہ اب وقت آ گیا ہے کہ افکارِ اقبال کے تراجم کر کے تمام اسلامی ممالک میں کثرت سے پھیلائے جائیں۔

مہذب قوموں کے نوجوان کمپیوٹر سے علمی تحقیق کا کام لیتے ہیں جب کہ ہمارے نوجوان سیلفی اور ٹِک ٹاک میں مصروف ہیں۔ موبائل فون پر ایک دوسرے سے چیٹنگ میں زندگی گزارتے ہیں۔ اقبال اس بات کو یوں فرماتے ہیں کہ "لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی"۔

اقبال کی خواہش ہے کہ نئی نسل تقلید کے بجائے سچائی کی تلاش کے لیے تحقیق کے راستے پر گامزن ہو۔ نہ صرف نئے جہان تلاش کرے بلکہ نئے جہانوں کی تعمیر بھی کرے۔ اگرچہ یہ کٹھن اور طویل راستہ ہے مگر اس کو اختیار کیے بغیر منزل پر پہنچنا ممکن نہیں۔ اقبال جانتے ہیں کہ نوجوانوں میں مثبت صلاحیتیں پوشیدہ ہیں یہ اگر غور و فکر کریں تو دنیا کی بہترین قوم بن سکتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ نوجوان علم اور عمل کے ذریعے معاشرے میں اپنی شناخت پیدا کریں اور وہ مرتبہ و مقام حاصل کریں جو عزت و احترام کا حامل ہے اس کے لیے لازم ہے کہ خود کو نئی اور مثبت جہتوں سے ہم آہنگ کریں۔ اقبال اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ اگر ان نوجوانوں کو بلند کردار اور صحت مند تخیل میسر آ جائے تو اس دُکھ بھری زندگی کی ایسی تعمیرِ نو ممکن ہے کہ یہ ایک حقیقی جنّت بن جائے۔ اقبال اُمید کا دامن تھامے ہوئے نوجوانوں کو مسلسل کوشش اور محنت کو شعار بنانے کی تلقین کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی [xxi]

اقبال کی فکر کے ماخذ و منابع لافانی ہیں اور رہتی دنیا تک انسانیت کی رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ اقبال خود بھی قرآن و حدیث کے لافانی سرچشموں سے فیض حاصل کرتے ہیں اور اپنے نوجوانوں کو بھی قرآن و حدیث کے آبِ حیات سے مالا مال ہونے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اقبال کی فکر و شاعری میں قرآن پاک کا ذکر غیر معمولی طور پر آیا ہے۔ اقبال کی شاعری اور فلسفیانہ مضامین کو تقویت دینے والی پاک کتاب ہے۔ اقبال قرآن پاک کو دین کی ایک مکمل کتاب سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصول اور اساسِ اسلام کو جاننے کے لیے قرآن پاک سے باہر جانے کی ضرورت نہیں بلکہ احادیثِ نبوی کی صداقت و صحت معیار بھی صرف اور صرف قرآنِ مجید ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ زندگی بغیر قرآن کے مکمل نہیں۔ اقبال نوجوانوں کو بتاتے ہیں کہ قرآن کی حکمت ابدی ہے جو نوعِ انسان کے لیے آخری پیغام ہے۔

نسلِ نو کو اقبال سمجھاتے ہیں کہ ہر دور ہر وقت میں قرآن پاک رہبر عظیم ہے جس میں ہر خشک و تر کا ذکر اور ہر بات کو واضح کر کے بیان کر دیا گیا ہے کوئی ایسی بات نہیں جو اس میں موجود نہ ہو۔ یعنی اقبال نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ قرآن سے ہی معانی حاصل کریں۔ یعنی بدلتے ہوئے حالات میں بھی قرآن پاک کی ابدی تعلیمات سرچشمۂ ہدایت ہیں۔

اقبال کی خواہش ہے کہ اس کا نوجوان مادے کی تسخیر میں مصروف نہ ہو بلکہ حیات و کائنات کو اسیر کرنے والا ہو۔ اس میں اتنی صلاحیتیں ہونی چاہیے کہ وہ باطنی قوتوں سے نئے جہانوں کی تخلیق کر سکے۔ اقبال نے ان رذائلِ اخلاق یا بُری عادات کا بھی ذکر کیا ہے جو نوجوان کی خودی کو کمزور کرتی ہیں ان میں حرص، خوف، غم، وسوسہ، ناتوانی، نرمی کا بے جا استعمال، احتیاج، مجبوری اور انکسار ہے۔

اگرچہ اقبال نے اپنی تمام شعری اور نثری تحریروں میں مغربی تمدن کے حیات سوز اور روح کش عناصر کا بڑے تواتر اور جوش و جذبے سے ذکر کیا ہے۔ اقبال تہذیبِ مغرب کے جلوؤں کو "بے کلیم" اور اس کے شعلوں کو "بے خلیل" قرار دے کر گویا اسے گرمیِ عشق و عرفان سے کلیتاً محروم قرار دیتے ہیں اقبال کی شاعری سے عیاں ہوتا ہے کہ اُنھوں نے مغربی تمدن کو کلیتاً رد نہیں کیا۔ ایک روشن ضمیر، حقائق آگاہ، انصاف پسند اور متوازن مزاج دانش ور ہونے کی وجہ سے انھوں نے مغربی تمدن کے مثبت پہلوؤں کو قابلِ تقلید سمجھا۔ مغرب کے علمی تجسس اور اس کے حقائق کے لیے سرگرداں بے قرار

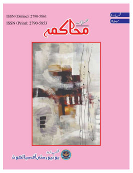

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

روح کو اقبال نے داد کا مستحق بھی سمجھا ہے۔ اس ضمن میں "ضربِ کلیم" میں شامل اقبال کی نظم "شعاعِ امید" ہے جس میں اقبال نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے:

مشرق سے ہو بےزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارا ہے کہ ہر شب کو سحر کر [xxii]

اقبال کی حکیمانہ نظر مغربی تمدن کے عوارض پر جتنی گہری تھی، مشرق کے اوضاع و عناصر تہذیب کے حوالے سے بھی اتنی ہی تہ رس تھی۔ اقبال کی تصنیفات کے سرمائے کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مغربی کلچر کے مثبت پہلوؤں کے اعتراف کے باوجود اس تہذیب کے منفی پہلوؤں کو بھی بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی "اقبال چند نئے مباحث" میں لکھتے ہیں:

"ان منفی پہلوؤں کے اعلان و اظہار میں اقبال نے اپنے شعری وسائل سے کمال درجے کا کام لیا اور ملتِ اسلامیہ کو بالخصوص اور پوری نوعِ انسانی کو بالعموم اس سے بڑی دردمندی سے آگاہ کیا۔ 'جاوید نامہ' کی 'سخنے بہ نژادِ نو' اور 'ارمغانِ حجاز' کی "بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو" اپنے اندر پوری ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک ابدی پیغام کی حیثیت رکھتی ہیں"۔ [xxiii]

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیِ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا [xxiv]

اقبال کے عالم نو کو "آدمِ نو" کا مسکن ہونا چاہیے۔ اقبال کے نزدیک نئی دنیا کی تخلیق وہی افراد کر سکتے ہیں جو اپنے نفس کو بدلنے میں کامیاب رہے۔ جنھوں نے دیدِ حق کی دولت کی آرزو کو اپنا مرکزِ زیست بنایا۔

اقبال ایک مفکر بھی ہیں ان کے نظامِ فکر میں اخلاق، اخلاقی اقدار کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے اخلاقی معیار کو ام الفضائل کی صورت میں پیش کیا ہے۔ حیاتِ انسانی میں انفرادی اور اجتماعی طور پر اخلاق کی جو اہمیت ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔ ہر قوم، ہر مذہب میں اخلاق پر زور دیا گیا ہے۔ اعلیٰ اخلاق کے بغیر روحانی، دماغی اور مادی ترقی ممکن نہیں۔ ترقی کی عمارت جن بنیادوں پر اُستوار ہوتی ہے ان میں ایک اخلاق ہے۔ گذشتہ صدی میں مسلم قوم تباہی کی اس آخری منزل

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

تک جا پہنچی تھی جس کے آگے راہ مسدود تھی۔ قوم نے مفکر اور مصلح پیدا کرنے شروع کر دیے جنھوں نے قوم کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی۔ ان مفکرین میں اقبال ہمیں صفِ اول میں دکھائی دیتے ہیں۔ اقبال نے زندگی کے بیش تر شعبہ جات پر تنقیدی نظر ڈالی۔ ان کا زاویۂ نگاہ اسلامی اور قرآنی تھا۔ انھوں نے قوم کو بالخصوص نوجوان نسل کی اسلام کی درست راہ کی جانب رہنمائی کی۔

اقبال رنگ، نسل اور طبقات کی تمیز سے ماورا ایسے مستحکم نوجوان چاہتے تھے جو نہ تو کسی بیرونی حاکمیت کو تسلیم کریں اور نہ ہی بیرونی حاکموں کے ملکی کارندوں کو پسند کرتے ہوں۔ ان کا نوجوان سامراجی حربوں کا مخالف ہے۔ وہ اسلامی انقلاب کے وسیلوں سے بیرونی حاکمیت اور دیو استبداد کے آثار کو ختم کرنے پر زور دیتے ہیں۔ استحصالی آقائیت خواہ وہ کسی بھی صورت میں کیوں نہ ہو، اقبال کی آزادی پسند اور انقلاب پسند ذات اس کی برتری تسلیم کرنے کو رضامند نہیں۔ اقبال کے نزدیک جب مقامی باشندے مراد ملک کے نوجوان اپنی محرومیوں اور مظلومیت کی بدولت اپنی شناخت کرتا ہے اور خود شناسی کے عمل سے گزرتا ہے تو اس کی رگیں رگ سنگ ہو جاتی ہیں۔ اس کا دل زندہ، پُرسوز، شگفتہ، متحرک اور روشن ہو جاتا ہے۔ اس کا روشن دل اسے ایک ایسی آزادی کا درس دیتا ہے جو قوموں کی تخلیق بھی کرتی ہے اور قوموں کی تقدیر بھی بناتی ہے۔

ڈاکٹر سعادت سعید "اقبال ایک ثقافتی تناظر" میں لکھتے ہیں:

> "اقبال مشرقی اقوام کی فکر کی تطہیر چاہتے تھے۔ اس فکری تطہیر کے بغیر نئے خیالات کی عمارت ٹیڑھی رہتی۔ چنانچہ اُنھوں نے حکمتِ کلیمی اور حکمتِ فرعونی کے عنوانات کے تحت حاکم اور محکوم، ظالم اور مظلوم، مومن اور ملا اور فقیر اور مادیت پرست اور روحانیت پرست کے درمیان واضح خط تفریق کھینچا ہے"۔ xxv

اقبال کے نزدیک مشرقی قومیں اپنے غیر ملکی تصورات اور عقائد کی وجہ سے اپنی تہذیبوں کے تخلیقی امکانات سے محروم ہوگئی تھیں۔ اقبال اس ماحول کے رخصت ہو جانے کی خبریں سناتے ہیں۔ انھیں مشرقی نوجوانوں کے ضمیر میں انقلاب کی صدائیں گونجتی سنائی دیتی ہیں۔ انھیں امید ہے کہ مشرقی نوجوان تاریک راہوں کو نئے سورج کی کرنوں سے معمور کرے گا اور سامراجی نظام اپنے تضادات کی زد میں آپ اپنا قاتل بن جاتا ہے۔

اقبال نے قیام یورپ کے دوران مغربی تہذیب و ثقافت کی چکاچوند کا بغور جائزہ لیا ان کے قلب و نظر میں وسعت و

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

گہرائی پیدا ہوئی اور اس شعور و احساس نے جنم لیا جو مستقبل میں ان کے افکار و اشعار اور فکر کی بنیاد بنا۔ "عبد القادر کے نام" نظم شاعر کے اسی احساس سے سرشار ہے۔ اقبال اپنی شاعری میں امروز کے آئینے میں فردا کی جھلک دیکھنے اور دِکھانے کے ساتھ ساتھ اپنے لیے بھی ایک لائحۂ عمل تجویز کرتا ہے۔ اگرچہ عصری حادثات و انقلابات سے بھی شاعر متاثر ہوا لیکن ان کی نظر زیادہ تر مستقبل کے وسیع امکانات پر رہی اور عصرِ نو کا استقبال ان کی فکر و نظر کا محور بن گیا۔ عصرِ حاضر کا نوجوان ہلاکت کے کنارے پر کھڑا ہے وہ اپنی نو بہ نو ترقیات و ایجادات کی بھول بھلیوں میں بھٹکا ہوا، قلب و نظر کی دنیا سے بہت دور ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار "اقبال ایک مطالعہ" میں لکھتے ہیں:

> "اب یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ سائنس کی ایجاد و ترقی عام انسان کی فلاح و بہبود کے کام اسی صورت میں اور اسی وقت آئے گی، جب مادیت کو روحانیت سے ہم آہنگ کر کے انفس و آفاق میں ایک خوشگوار توازن قائم کیا جائے گا۔ سائنس کو اس وقت لادین سیاست کی نہیں بلکہ مذہب کی دوستی و رہنمائی کی ضرورت ہے۔ یہی ایک ایسی راہ ہے جس پر چلنے سے انسان کی مادی ضروریاتِ زندگی کے تقاضے بھی پورے ہو سکتے ہیں اور قلب و نظر بھی تسکین پا سکتے ہیں۔ انسان دھرتی پر سیدھے سبھاؤ بھی چل سکتا ہے اور افلاک پر بھی پرواز کر سکتا ہے۔ یہی صراطِ مستقیم آج ہر اس شخص کے پیشِ نظر ہے جو سچے دل سے عام انسان کو مکمل تباہی اور ہلاکت و بربادی سے بچانا چاہتا ہے"۔ [xxvi]

اقبال اسلامی نظریات کو انسانی فکر کی تاریخ میں نمایاں حیثیت دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اسلام نے انسانیت کو آدابِ مدنیت سکھائے اور اس کو تہذیب سے ہم کنار کیا۔ اسلام نے طبقاتی تفریق کو ایک حد تک ختم کیا۔ مساوات کی اہمیت ذہن نشین کروائی اور بے لوث انسانی خدمت کا جذبہ افراد کے دلوں میں بیدار کیا اور ایثار و قربانی کو فرد اور جماعت دونوں کے لیے لازمی قرار دیا۔ اقبال اسی لیے تو اس نظامِ حیات کے بنیادی اصول و نظریات کے پرستار ہیں در حقیقت اقبال کی اس پرستش اور وابستگی میں انسانیت بلندی کا ایک احساس شامل ہے۔ انسانیت کو ارتقا کی راہ پر گامزن کرنا، حیاتِ انسانی کو شر سے پاک کرنا اور خیر سے ہم کنار کرنے کی آرزو موجود ہے۔ اقبال حیاتِ انسانی میں اخوت و محبت کے چراغوں کو روشن رکھنا چاہتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک انسانیت کی بقا کا راز اس کے احترام میں ہے۔ جب تک تمام دنیا کی تمام قومیں اپنی توجہ احترام انسانیت کے درس پر مرکوز نہ کریں یہ دنیا بدستور درندوں کی بستی بنی رہے گی۔ اس دنیا کو درندگی اور بہیمیت سے پاک کرنا

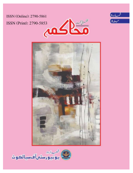

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اور اس کو تہذیب سے ہم کنار کرنا ہی اقبال کے نوجوان کا نصب العین ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اپنی کتاب "اقبال احوال افکار" میں رقم طراز ہیں:

> "یہ خیالات و نظریات اقبال نے غور و فکر کے ساتھ پیش کیے ہیں۔ ایسا کرنے کے لیے انھیں مختلف راہوں سے گزرنا پڑا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں تاریخ کے میدانوں کی خاک بھی چھانی ہے۔ مذہبیات کی کوچہ گردی بھی ہے۔ تہذیب و تمدن کی ارتقائی کیفیت کا گہرا مطالعہ بھی کیا ہے۔ فلسفہ و نفسیات کی گتھیاں بھی سلجھائی ہیں۔ عمرانیات و معاشیات کے اسرار و رموز بھی کھولے ہیں۔ غرض یہ کہ انھیں دور دور پہنچنا پڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اس پیام میں بڑی ہمہ گیری ہے، وسعت ہے، اس کی بنیادیں زندگی کے حقائق پر اُستوار ہیں۔ تنگ نظری اس میں نام کو نہیں ملتی۔ اس کا آب و رنگ اسلامی ضرور ہے لیکن وہ محدود نہیں ہے۔ اس میں کشادہ دلی اور روشن دماغی ہے۔ دقتِ نظری اور بلند خیالی ہے۔ بے باکی اور صاف گوئی ہے۔ اس میں ایک عمل کا پیام ہے اور اس عمل کے پیام کی بنیاد ایک انسانی نقطۂ نظر ہے"۔ [xxvii]

اقبال کا پیام لا محدود ہے ان کے پیشِ نظر ساری دنیا ہے۔ ساری انسانیت ہے۔ ساری کائنات ہے۔ اقبال کی تعلیم فروعی باتوں پر اُلجھنے کا نام نہیں وہ تو بنیادی انسانی معاملات پر نظر رکھتے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر تو صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے اور وہ مقصد ہے انسانیت کی بلندی، اس کے مسائل کو حل کرنے کی آرزو، نظامِ اقدار میں ہمواری کی خواہش اور موجودہ حالات کو ہر اعتبار سے بہتر بنانے کی خواہش کہ اس طرح انسان صحیح معنوں میں انسان بن کر کامیابی سے مقصدِ حیات حاصل کر سکتا ہے۔

اقبال کا انسان، انسانیت اور انسانی قدروں کا علمبر دار ہے۔ وہ محبت پر ایمان رکھتا ہے وہ جدوجہد اور کوششِ پیہم کو اپنا نصب العین سمجھتا ہے۔ محبت، فراست اور جذب و شوق کی مشعلیں اس کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں اور وہ ان مشعلوں کی روشنی میں انسانی زندگی کے اسرار و رموز کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح حیاتِ انسانی کے مختلف شعبوں میں تلاش و جستجو اس کا مزاج بن جاتی ہے۔ انسانی سطح پر وہ خود کو غلامی سے آزاد کراتا ہے۔ حق گوئی اور بے باکی کا متحمل ہوتا ہے وہ عزتِ نفس کی دولت سے مالا مال ہو کر ارتقائے انسانی کے اس عظیم کام کو سر انجام دینے میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ اگر اقبال کا نوجوان محولہ بالا اوصاف کا متحمل ہو جائے تو اقبال کے خیال میں وہ نوجوان عظمت و فضیلت سے ہم کنار ہوتا ہے۔ وہ

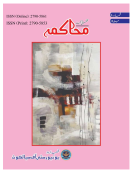

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

آسمانوں پر اُڑتا ہے۔ ستاروں پر کمندیں ڈالتا ہے۔ ستاروں سے آگے جو جہان ہیں ان کی تلاش و جستجو میں مصروف رہتا ہے۔

اقبال کی شخصیت "افکار" نثری تحریروں اور شاعری کا بنیادی موضوع اور مخاطب نوجوان نسل ہے۔ انھیں اگر کوئی امید ہے تو انھی سے ہے کیونکہ نوجوان نسل میں وہ روحانی قوت موجود ہوتی ہے جو انھیں جدوجہد، کوشش، محنت، مشقت اور تخلیق و حصولِ علم کے قابل بناتی ہے۔ اقبال سے پہلے الطاف حسین حالیؔ نے اپنی شاعری میں قوم کے درد کے جو اسباب دریافت کیے اور اس کا جو علاج تجویز کیا، وہ بعد میں حضرت علامہ محمد اقبال کی شاعری میں زیادہ شکوہ اور زیادہ تخلیقی طمطراق سے جلوہ گر ہوا اور ان کی شاعری کی جادوئی تاثیر کی وجہ سے مسلم نوجوان نے اپنی جدوجہد سے بالآخر پاکستان حاصل کر لیا۔ آج قوم کو اپنے نوجوانوں کی اس ہمت اور ارادے کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے، اس لیے اس دور میں اقبال کی شاعری کی اہمیت اور ضرورت بھی دوچند ہو گئی ہے۔

اقبال کے اشعار قارئین کے دلوں میں جذبے اور احساس کی حرارت پیدا کرتے ہیں۔ انھوں نے ملتِ اسلامیہ کے عروجِ نو کے ضمن میں جو پیشین گوئیاں کی تھیں ان میں سے کئی پوری ہو چکی ہیں اور کئی پیشین گوئیوں کے پورا ہونے کے امکانات بھی نظر آ رہے ہیں۔ اقبال کی مقصدی شاعری میں انسان کی تلاش کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس کی شاعری ان کے فکر کی جہت خصوصی کا تعین کرتی ہے۔ جب کسی نوجوان کے سینے میں قلبِ سلیم مر جاتا ہے تو اسے سیدھی راہ بھی ٹیڑھی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس کی فکر کی تطہیر ہو بعد ازاں تعمیرِ فکر کا مرحلہ قدرے آسان ہو جاتا ہے۔ اقبال کا ذہن صرف عصری حالات میں اُلجھ کر نہیں رہ جاتا۔ وہ عصرِ رواں میں مستقبل کے امکانات پر بھی نظر ڈالتا ہے۔ اقبال نے عالمِ وجدان میں ایک جہانِ نو کو جنم لیتے دیکھا وہ باطل سے دبنے اور شکست ماننے کو تیار نہیں تھے۔

> "جب بھی کوئی نوجوان اقبال سے سوال پوچھتا تھا تو ان کے چہرے پر شگفتگی آ جاتی تھی اور ان کا لہجہ بدل جاتا تھا اور وہ بڑے جوش و خروش اور ولولے کے ساتھ اس سے باتیں کرنے لگ جاتے اور ہر وہ نوجوان جو کہ ان کی گفتگو سن کر جاتا وہ ایک تڑپ لے کر جاتا اور اس کو یہ خیال ہوتا کہ مَیں پھر یہاں آؤں گا۔ گویا اقبال کو اپنے نوجوانوں سے بڑی محبت تھی"۔ xxviii

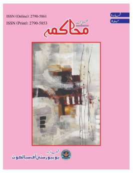

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اقبال نے اپنے کلام میں جہاں بھی جاوید سے مخاطب ہو کر بات کی ہے، دراصل وہ نوجوان نسل سے ہی مخاطب ہیں۔نوجوانوں کی شاہینی صفت معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے بہت موثر ہے۔ جھپٹنے پلٹنے اور پلٹ کر جھپٹنے کی خوبی نوجوان نسل کو متحرک بناتی ہے۔ان میں عقابی روح پھونک دیتی ہے۔ ان کا کند نشتر تحقیق متحرک ہوتا ہے۔ نوجوان نسل ہی ستاروں کے جگر چاک کرے گی اور وطنِ عزیز پاکستان کا وقار بلند کرے گی۔

حوالہ جات

---

i صوفی غلام مصطفیٰ تبسم: "علامہ اقبال اور تعلیم و تربیت"، مشمولہ "تعلیماتِ اقبال" از اسلم ملک، علامہ اقبال فاؤنڈیشن سیال کوٹ،۱۹۸۸، ص۱۶۷۔

ii ایضاً، ص۶۴۳۔

iii ایضاً، ص۴۷۷۔

iv ایضاً، ص۱۵۸۔

v سید معراج نیر: 'اقبال ایک تجزیاتی مطالعہ'، اقبال صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی،۱۹۷۷، ص۱۷۱۔

vi علامہ محمد اقبال: 'کلیاتِ اقبال'، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۱۴، ص۳۸۹۔

vii ایضاً، ص۴۱۱۔

viii انعام الحق کوثر: 'اقبالیات کے چند خوشے'، سیرت اکادمی بلوچستان، ۱۹۹۶، ص۳۳۔

ix ایضاً۴۷۷۔

x ڈاکٹر صدیق جاوید، "بالِ جبریل کا تنقیدی مطالعہ "یونیورسل بکس لاہور، ۱۹۸۹، ص۲۱۸۔

xi علامہ محمد اقبال: 'کلیاتِ اقبال'، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۱۴، ص۶۸۳۔

xii ایضاً، ص

xiii ایضاً، ص۴۲۸۔

xiv ایضاً، ص۵۳۲۔

xv ایضاً، ص۱۶۸۔

xvi ایضاً، ص۲۳۰۔

xvii ایضاً، ص۵۸۳۔

xviii ایضاً، ص۶۸۳۔

xix ایضاً، ص۳۵۱۔

xx ایضاً، ص۴۵۲۔

xxi ایضاً، ص۳۵۱۔

xxii ایضاً، ص۵۲۶۔

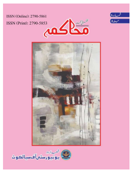

ISSN(Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

xxiii تحسین فراقی، ڈاکٹر، ”اقبال چند نئے مباحث“، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۱۹۹۷، ص ۱۰۹۔

xxiv علامہ محمد اقبال: ’کلیاتِ اقبال، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۱۴، ص ۶۵۸۔

xxv پروفیسر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، ”اقبال ایک مطالعہ“، لاہور، بزمِ اقبال، ۱۹۹۹، ص ۱۳۷۔

xxvi علامہ محمد اقبال: ’کلیاتِ اقبال‘، اقبال اکادمی پاکستان لاہور، ۲۰۱۴، ص ۶۵۸۔

xxvii عبادت بریلوی، ڈاکٹر، لاہور، مکتبہ عالیہ، طبع دوم، ۲۰۰۹، ص ۶۳۔

xxviii صوفی غلام مصطفیٰ تبسم: ”علامہ اقبال اور تعلیم و تربیت“، مشمولہ ”تعلیماتِ اقبال“ از اسلم ملک، علامہ اقبال فاؤنڈیشن سیال کوٹ، ۱۹۸۸، ص ۱۶۷۔